Biannual Research Journal
AL-IDAH
Published by
SHAYKH ZAYED ISLAMIC CENTRE
UNIVERSITY OF PESHAWAR
PESHAWAR PAKISTAN
ISSN (Print) : 2075-0307
ISSN (Online) : 2664-3375
OPEN ACCESS
ششماہی تحقیقی مجلہ
الإيضاح
شیخ زاید مرکز اسلامی جامعہ پشاور
www.al-idah.pk
Vol:42 ISSUE:I
Jan-June 2024

جناب جاوید غامدی کا تصورِ نظمِ قرآن: ایک تنقیدی تجزیہ

Javed Ahmad Ghamidi's Concept of Coherence in the Qur'an: A Critical Analysis

Issue: *https://www.al-idah.pk/index.php/al-idah/issue/view/40*
URL: *https://www.al-idah.pk/index.php/al-idah/article/view/903*
Article DOI: *https://doi.org/10.37556/al-idah.042.01.0903*

Author (s) :
Muhammad Mushtaq Ahmad
Professor, Department of Shariah and Law, Faculty of Social Sciences
Shifa Tameer-i-Millat University, Islamabad Email: mushtaq.dsl@stmu.edu.pk

How to Cite **:** *Muhammad Mushtaq Ahmad 2024. Javed Ahmad Ghamidi's Concept of Coherence in the Qur'an: A Critical Analysis. Al-Idah . 42, -1 (Jun. 2024), 127 - 142.*

Publisher **:** *Shaykh Zayed Islamic Centre, University of Peshawar, Al-Idah – Vol: 42 Issue: 1/ Jan – June 2024/ P. 127 - 142.*

Article History:
Received on: ***08 – March - 2024***
Accepted on: ***02 – June - 2024***
Published on: ***25 – June - 2024***

This work is licensed under a Creative Common Attribution 4.0 International License
Author(s) declared no conflict of interest

Abstract & Indexing
Islamic Research Index
HEC Approved Research and Indexing Agency
Australian Islamic Library
Crossref
DOAJ DIRECTORY OF OPEN ACCESS JOURNALS
INTERNATIONAL Scientific Indexing
INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL

Abstract:
The concept of "coherence in the Qur'an" has a pivotal role in his thought. This concept was initially expounded by Mawlana Hamid al-Din Farahi. Later, Mawlana Amin Ahsan Islahi not only developed it into a comprehensive theory but also applied it in his 9 volume exegesis of the Qur'an titled Tadabbur-i Qur'an. Ghamidi further developed it and made his own contribution to it, particularly in the last 'group' (Surat al-Mulk to Surat al-Nas). He deems this concept as the "master-key" to the exegetical issues of the Qur'an. This paper after giving a description of the salient features of the concept analyzes and examines it so as to ascertain if it is strong enough to override the traditions of the Prophet (peace and blessings of Allah be on him) and of his Companions (Allah be pleased with them).
Keywords: *Concept of Coherence, Qur'an, Ghamidi, Critical Analysis*

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

غامدی صاحب کے فکری سانچے میں سب سے زیادہ اہمیت ''نظمِ قرآن'' کے اس مخصوص تصور کی ہے جسے مولانا حمید الدین فراہی نے ابتدائی صورت میں پیش کیا اور پھر مولانا امین احسن اصلاحی نے اسے نہ صرف ایک جامع نظریے کی صورت دی، بلکہ اپنی مفصل تفسیرِ قرآن بعنوان 'تدبر قرآن''، میں اس کی عملی تطبیق بھی کی، اور پھر غامدی صاحب نے اس پر مزید عمارت تعمیر کی۔ اس تصور کو ان کے فکری سانچے میں فہمِ دین کے لیے ''شاہ کلید'' کی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> وہ چیز جو قرآن کو برہان قاطع بناتی اور تاویل کے تمام اختلافات ختم کر کے امام فراہی کے الفاظ میں **القرآن لا يحتمل إلا تأويلاً واحدًا** کی حقیقت اُس سے متعلق ثابت کر دیتی ہے، وہ تنہا نظم ہی ہے۔۔۔ قرآن کا یہی نظم ہے جس کی بنا پر اُس نے اپنے مخاطبین کو جب اپنے مانند کوئی کلام لانے کے لیے کہا تو متفرق آیات نہیں، بلکہ ایک یا ایک سے زیادہ سورتیں ہی پیش کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔[1]

اپنے اس دعوے کی دلیل کے طور پر انھوں نے سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳ اور سورۃ ہود کی آیت ۱۳ کا حوالہ دیا ہے،[2] جہاں قرآن کی اس تحدّی کے ساتھ سورت یا سورتوں کا ذکر ہے، لیکن وہ سورۃ الطور کی آیت ۳۴ کا حوالہ دینا بھول گئے ہیں جہاں 'سورت' نہیں بلکہ قرآن جیسی 'حدیث' لانے کی تحدّی دی گئی ہے: فَلْيَأْتُوا۟ بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِۦٓ إِن كَانُوا۟ صَٰدِقِينَ۔ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی ایک آیت یا ایک جملے پر بھی 'حدیث' کا اطلاق ہوتا ہے اور اس صورت میں ان

کے استدلال کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ؟[3]

بہر حال، اس بات پر بحث کی ضرورت ہے کہ غامدی صاحب کے ہاں نظمِ قرآن کے تصور کے بنیادی خد و خال کیا ہیں، یہ آیات اور سورتوں کے درمیان ربط و مناسبت کے متعلق دیگر اہلِ علم کی آرا سے کیسے مختلف ہے اور کیا یہ واقعی ایسی قطعی اور محکم حیثیت رکھتا ہے کہ قرآن مجید کے فہم کے لیے اسے شاہ کلید کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے اور اس کے مقابل میں قولِ رسول اور قولِ صحابی کی حیثیت ثانوی ہو جاتی ہے ؟

نظمِ قرآن کا مفہوم:

قرآنی آیات اور سورتوں کے باہمی ربط و مناسبت کے حوالے مسلمان اہلِ علم کے ہاں کئی آرا پائی جاتی ہیں۔ کئی اہلِ علم نے سورتوں کے اندر آیات کے باہمی تعلق اور مختلف سورتوں کے آپس میں تعلق پر اپنے اپنے انداز میں کام کیا ہے۔[4] فراہی مکتبِ فکر کے تصورِ نظمِ قرآن کے تصور کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس مکتبِ فکر کا نظمِ قرآن کا تصور آیات یا سورتوں کے درمیان محض ربط و مناسبت تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ پورے قرآن کو ایک منظم اور مربوط کلام کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ غامدی صاحب فرماتے ہیں:

> قرآن کی ہر سورہ کا ایک متعین نظمِ کلام ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الگ الگ اور متفرق ہدایات کا کوئی مجموعہ نہیں ہے، بلکہ اُس کا ایک موضوع ہے اور اُس کی تمام آیتیں نہایت حکیمانہ ترتیب اور مناسبت کے ساتھ اُس موضوع سے متعلق ہوتی ہیں۔ سورہ کے اُس موضوع کو سامنے رکھ کر جب اُس کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور موضوع کی رعایت سے اُس کا نظام پوری طرح واضح ہو جاتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک نہایت حسین وحدت بن جاتی ہے۔[5]

یہی بات وہ سورتوں کی ترتیب اور ان کے آپس کے تعلق کے بارے میں بھی انھوں نے کہی ہے:

> قرآن میں سورتیں، جس طرح کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے، کسی الل ٹپ طریقے سے جمع نہیں کی گئیں، بلکہ ایک خاص نظام ہے جس کے تحت اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ترتیب دیا ہے اور سورتوں میں نظم کلام کی طرح یہ ترتیب بھی اُس کے موضوع کی رعایت سے نہایت موزوں اور بڑی حکیمانہ ہے۔ اِس کی نوعیت بالا جمال یہ ہے کہ قرآن کی تمام سورتیں آپس میں توام بنا کر اور سات ابواب کی صورت میں مرتب کی گئی ہیں۔ یعنی ہر سورہ مضمون کے لحاظ سے اپنا ایک جوڑا اور مثنیٰ رکھتی ہے اور دونوں میں اُسی طرح کی مناسبت ہے، جس طرح کی مناسبت زوجین میں ہوتی ہے۔ اِس سے مستثنیٰ چند سورتیں ہیں جن میں سے فاتحہ پورے قرآن کے لیے بمنزلۂ دیباچہ اور باقی تتمہ و تکملہ یا خاتمۂ باب کے طور پر آئی ہیں۔ پھر سات مجموعوں کی صورت میں، جنھیں ہم نے ابواب سے تعبیر کیا ہے، یہ سورتیں قرآن میں مرتب کر دی گئی ہیں۔[6]

یہاں اس تصور کے بنیادی خد و خال پیش کر کے ان کا تنقید تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

آیات، سورتیں، سورتوں کے گروپ

مولانا حمید الدین فراہی (م 1930ء) نے قرآن کی سورتوں کی موجودہ ترتیب میں سورتوں کے نو گروپ دریافت کیے تھے جن میں ہر گروپ کی ابتدا مکی سورۃ سے ہوتی ہے اور اختتام مدنی سورۃ پر ہوتا ہے۔ مولانا فراہی کی رائے میں سورۃ الحج اور سورۃ النصر مدنی سورتیں تھیں، جبکہ سورۃ لہب مکی سورت تھی۔[7] تاہم مولانا اصلاحی نے سورۃ الحج کو مکی قرار دیا ہے،[8] اور سورۃ لہب کو مدنی۔[9] یوں انھوں نے تمام سورتوں کو سات گروپوں میں تقسیم کیا اور ان میں مدنی اور مکی سورتوں کی تقسیم یوں کی ہے:

پہلا گروپ: الفاتحہ تا المآئدہ۔ اس گروپ میں صرف الفاتحہ مکی ہے۔ باقی چار سورتیں مدنی ہیں۔

دوسرا گروپ: الأنعام تا التوبہ۔ اس گروپ میں دو سورتیں الأنعام اور الأعراف مکی ہیں جبکہ دو سورتیں الانفال اور التوبہ مدنی ہیں۔

تیسرا گروپ: یونس تا النور۔ اس گروپ میں مولانا اصلاحی کی تحقیق کے مطابق آخری سورۃ النور کے ماسوا باقی تمام سورتیں مکی ہیں۔[10]

چوتھا گروپ: الفرقان تا الأحزاب۔ اس میں بھی آخری سورۃ کے ماسوا باقی تمام سورتیں مکی ہیں۔

پانچواں گروپ: سبا تا الحجرات۔ اس میں سبا سے الأحقاف تک سورتیں مکی ہیں، جبکہ آخری تین سورتیں: محمد، الفتح اور الحجرات مدنی ہیں۔

چھٹا گروپ: ق تا التحریم۔ اس گروپ میں ق تا الواقعہ سات مکی سورتیں ہیں، جبکہ الحدید تا التحریم دس مدنی سورتیں ہیں۔

ساتواں گروپ: الملک تا الناس۔ اس گروپ میں مولانا اصلاحی کی تحقیق کے مطابق الملک تا الکافرون مکی سورتیں ہیں، جبکہ آخری پانچ سورتیں: النصر، لہب، الإخلاص، الفلق اور الناس مدنی ہیں۔[11] غامدی صاحب کا موقف یہ ہے کہ النصر تا الإخلاص بھی مکی ہیں اور صرف آخری دو سورتیں مدنی ہیں۔[12]

گروپ کا عمود

غامدی صاحب سورتوں کے گروپوں کی تعداد کے معاملے میں مولانا فراہی کے بجائے مولانا اصلاحی سے اتفاق کرتے ہیں، لیکن گروپوں کے مرکزی مضمون کے تعین میں، جسے یہ مکتبِ فکر عمود سے تعبیر کرتا ہے، وہ کئی پہلوؤں سے مولانا اصلاحی سے اختلاف کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا اصلاحی کے مطابق:

- پہلے گروپ میں اہلِ کتاب پر اتمامِ حجت اور نئی امت کی تشکیل کے بعد اسے آخری شریعت کی ذمہ داری سونپے جانے کا بیان ہے؛
- دوسرے گروپ میں عرب امیین پر اتمامِ حجت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکذبین و متبعین کے لیے اللہ تعالیٰ کے آخری فیصلے کا بیان ہے؛
- تیسرے گروپ میں تفصیل سے واضح کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ حق و باطل کی جو کشمکش شروع ہوئی ہے اس کا اختتام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی حق کے غلبے اور باطل کی شکست کی صورت میں نمودار ہوگا؛
- چوتھے گروپ میں رسالت کے عقیدے کا اثبات اور اس پر وارد کیے جانے والے اعتراضات کا جواب ہے؛
- پانچویں گروپ میں توحید کے دلائل اور شرک کی تردید کی گئی ہے؛
- چھٹے گروپ میں آخرت کے عقیدے کی تفصیلی وضاحت ہے؛ اور
- آخری گروپ کا موضوع انذار ہے۔[13]

پہلے دو گروپوں کے مرکزی مضمون کے متعلق غامدی صاحب کی رائے تقریباً یہی ہے اگرچہ وہ تھوڑے مختلف الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ البتہ باقی پانچ گروپوں کے مرکزی مضمون کے متعلق ان کی رائے واقعتاً مختلف ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

> تیسرے، چوتھے، پانچویں اور چھٹے باب کا موضوع ایک ہی ہے اور وہ انذار و بشارت اور تزکیہ و تطہیر ہے۔ ساتویں اور آخری باب کا موضوع قریش کے سرداروں کو انذار قیامت، اُن پر اتمام حجت، اِس کے نتیجے میں اُنھیں عذاب کی وعید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سرزمین عرب میں غلبۂ حق کی بشارت ہے۔[14]

اگرچہ وہ آگے یہ کہتے ہیں کہ ''اِسے ہم مختصر طریقے پر محض انذار و بشارت سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں''، لیکن یہ مولانا اصلاحی سے مختلف موقف ہے کیونکہ مولانا اصلاحی کے برعکس، جناب غامدی کے نزدیک اس گروپ میں انذار سے، انذارِ عام، اتمامِ حجت، براءت و ہجرت اور مابعد ہجرت تک سارے مراحل آگئے ہیں۔[15]

مجھے ان کے حقِ اختلاف سے انکار نہیں ہے، لیکن اس بات کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ اس سے ان کا یہ دعوی باطل ہو جاتا ہے کہ نظمِ قرآن نے قرآن مجید کی تاویل میں اختلاف کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

گروپ کے اندر مضمون کا تدریجی ارتقا

مکتبِ فراہی کے مطابق گروپ کی ہر سورۃ اس کے مرکزی مضمون کے کسی خاص پہلو کی وضاحت کرتی ہے۔ مولانا اصلاحی قرار دیتے ہیں کہ ہر گروپ کے اندر گروپ کے مضمون کا بتدریج ارتقا ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر مولانا اصلاحی کہتے ہیں کہ سورۃ النحل کے آخری حصے (آیات ۹۱ تا ۱۲۴) میں یہود کا نام لیے بغیر ان سے خطاب کیا گیا ہے کیونکہ اس وقت وہ پردے کے پیچھے رہ کر مخالفت کر رہے تھے لیکن سورۃ بنی اسرائیل میں باقاعدہ ان کا نام لے کر ان کی توبیخ کی گئی ہے کیونکہ اس سورت کے زمانہ نزول تک یہود رسول کی مخالفت میں کھل کر سامنے آ چکے تھے۔[16]

اس سے یہ استنباط کیا جاسکتا ہے کہ گروپ کے اندر سورتوں کی ترتیبِ نزولی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔[17] بعض مواقع پر یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ گروپ کے اندر سورتیں ترتیب نزولی کے مطابق ہیں۔ مثلاً سورۃ الأنفال اور سورۃ التوبہ کو ایک ہی گروپ میں سمجھا گیا ہے، اور یہ واضح ہے کہ سورۃ الأنفال کا نزول سورۃ التوبہ سے قبل ہوا۔[18] تاہم کئی مواقع ایسے ہیں جہاں یہ مفروضہ کام نہیں کرتا۔

مثلاً تیسرے گروپ میں سورۃ الکہف اور سورۃ مریم واضح طور پر سورۃ بنی اسرائیل سے پہلے نازل شدہ ہیں،[19] حالانکہ موجودہ ترتیب میں انھیں سورۃ بنی اسرائیل کے بعد رکھا گیا ہے۔ اسی طرح چھٹے گروپ کی مدنی سورتوں میں پہلی سورۃ الحدید کا نزول غالباً فتحِ مکہ کے قریب ہوا کیونکہ اس میں فتح سے قبل ایمان لانے والوں اور فتح کے بعد ایمان لانے والوں کے درجے میں فرق کا ذکر کیا گیا ہے۔ تاہم اس کے بعد کی سورتوں کا نزول فتحِ مکہ سے بہت پہلے ہوا ہے۔ مثلاً سورۃ الحشر کا نزول غزوۂ بنی النضیر (3ھ) کے بعد ہوا؛ سورۃ الممتحنہ کا نزول فتحِ مکہ سے کچھ قبل (8ھ میں) ہوا؛ اسی طرح سورۃ الجمعہ کا نزول غزوۂ بدر (2ھ) سے بھی پہلے ہوا۔

نظم کے تصور میں غامدی صاحب کا اضافہ

غامدی صاحب نے سورتوں کے آخری گروپ (سورۃ الملک تا سورۃ الناس) کو زمانۂ نزول کے اعتبار سے پانچ مراحل میں تقسیم کیا ہے اور قرار دیا ہے کہ اس گروپ کے اندر سورتیں نزولی ترتیب کے مطابق ہیں۔ چنانچہ ان کے مطابق:

- سورۃ الملک تا سورۃ الجن ''مرحلۂ انذار'' میں نازل ہوئیں؛
- سورۃ المزمل تا سورۃ الم نشرح ''مرحلۂ انذار عام'' سے تعلق رکھتی ہیں؛
- سورۃ التین تا سورۃ قریش ''اتمام حجت'' کے دور کی ہیں؛
- سورۃ الماعون تا سورۃ الاخلاص ''براءت و ہجرت'' کے مرحلے کی سورتیں ہیں؛[20]
- آخری دو سورتیں، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس، مدنی دور کی ابتدا میں نازل ہوئیں۔[21]

سورتوں کے جوڑے اور ان سے استثناءات

فراہی مکتبِ فکر کے تصورِ نظمِ قرآن کی ایک اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مطابق ہر سورت کا بالعموم ایک جوڑا ہوتا ہے، جسے مُثَنّٰی سے تعبیر کی جاتا ہے، اور بالعموم یکے بعد دیگرے آنے والی دو دو سورتوں کے جوڑے بن جاتے ہیں۔

جن سورتوں کو ایک دوسرے کا مثنی قرار دیا گیا ہے ان کے موضوع میں تعلق کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ایک سورت میں ایک فریق سے بحث ہوئی ہے اور دوسری سورت میں دوسرے فریق سے۔[22] کبھی کہا جاتا ہے کہ ایک سورت میں ایک حقیقت واضح کی جاتی ہے تو دوسری سورت میں اس کا لازمی نتیجہ سامنے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کی مثال کے طور پر بتایا جاتا ہے کہ سورۃ الأنعام میں مشرکین عرب پر اتمامِ حجت کیا گیا ہے، جبکہ سورۃ الأعراف انذار کی سورت ہے جس میں مشرکین عرب کو اس عذاب سے خبر دار کیا گیا ہے جو رسول کے مکذبین پر دنیا و آخرت میں آتا ہے۔[23] کبھی کہا جاتا ہے کہ ایک سورت میں تصویر کا ایک پہلو اور اس کے جوڑے میں تصویر کا دوسرا رخ پیش کیا گیا ہے، جیسے سورۃ القیٰمۃ میں قیامت کے ذکر میں انذار کا پہلو غالب ہے، تو سورۃ الدھر میں جنت کی نعمتوں کا ذکر ہے۔[24] کبھی ایک سورت میں ایک بات اجمالاً ذکر ہوئی ہے تو اس کے جوڑے میں اس کی تفصیل سامنے رکھ دی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے کہ سورۃ الفرقان میں جن انبیاء علیہم السلام کا اجمالاً ذکر ہے، ان کا تفصیلی ذکر سورۃ الشعرآء میں ہے۔[25] غامدی صاحب فرماتے ہیں:

> قرآن کی تمام سورتیں آپس میں توام بنا کر اور سات ابواب کی صورت میں مرتب کی گئی ہیں۔ یعنی ہر سورہ مضمون کے لحاظ سے اپنا ایک جوڑا اور مثنیٰ رکھتی ہے اور دونوں میں اُسی طرح کی مناسبت ہے، جس طرح کی مناسبت زوجین میں ہوتی ہے۔[26]

یہاں تو وہ، حسبِ عادت، نہایت تعمیم اور قطعیت کے ساتھ، یہ بات کر رہے ہیں (تمام سورتیں، ہر سورہ)، لیکن آگے خود انھوں نے مانا ہے کہ اس قاعدے سے چند استثناءات بھی انھوں نے ذکر کی ہیں۔

> اِس سے مستثنیٰ چند سورتیں ہیں جن میں سے فاتحہ پورے قرآن کے لیے بمنزلۂ دیباچہ اور باقی تتمہ و تکملہ یا خاتمۂ باب کے طور پر آئی ہیں۔[27]

''تتمہ و تکملہ یا خاتمۂ باب'' سے ان کی مراد سورۃ النور، سورۃ الأحزاب اور سورۃ الحجرات ہیں جن کے متعلق وہ بھی، مولانا اصلاحی کی اتباع میں، یہ قرار دیتے ہیں کہ یہ سورتیں اپنے اپنے گروپ کے اختتام پر گروپ کے ضمیمے کے طور پر یا گروپ کی کسی سورت کے کسی خاص پہلو کی توضیح کے لیے آئی ہیں۔[28] جیسے وہ سورۃ الفاتحہ کو پورے قرآن کا دیباچہ قرار دیتے ہیں،[29] ایسے ہی وہ سورۃ الأحزاب کو وہ پورے گروپ کا تکملہ قرار دیتے ہیں۔[30] سورۃ النور کو اس سے پچھلی

سورۃ المؤمنون کی ابتدا میں مومنوں کی صفت ''شرمگاہوں کی حفاظت'' کی تفصیل قرار دیتے ہیں؛[31] اسی طرح سورۃ الحجرات کو وہ سورۃ الفتح کی اختتامی آیات سے، جہاں مومنوں کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ''آپس میں مہربان'' ہیں، متعلق کر دیتے ہیں۔[32] مسئلہ یہ ہے کہ سورۃ المؤمنون کو وہ پہلے ہی اس سے پچھلی سورۃ الحج کی،[33] اور سورۃ الفتح کو اس سے پچھلی سورۃ محمد کی، مثنیٰ قرار دے چکے ہیں۔[34]

ایسے مواقع پر مولانا اصلاحی اور جناب غامدی یہ قرار دیتے ہیں کہ ضمیمہ، تتمہ یا تکملہ قرار پانے والی سورت کو دراصل پچھلی سورت کا حصہ ہی سمجھ لینا چاہیے، لیکن ایک تو اس بات سے سورت کی مستقل حیثیت کی نفی ہوتی ہے، جو مناسب نہیں ہے، اور دوسرے اس سے تمام سورتوں کے جوڑا جوڑا ہونے کا دعوی بہر حال کمزور ہو جاتا ہے۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ سورتوں کو جوڑا جوڑا قرار دینے کے دعوے کو صرف دو گروپوں میں ہی مسئلہ پیش نہیں آتا؛[35] باقی پانچوں گروپوں میں یہ فارمولا کام نہیں کرتا۔ سب سے زیادہ مشکلات چھٹے گروپ (سورۃ ق تا سورۃ التحریم) میں پیش آتی ہیں جس میں سات سورتیں مکی اور دس سورتیں مدنی ہیں۔ ان میں کس سورت کو کس سورت کا جوڑا قرار دیا جائے، یہ اس مکتبِ فکر کے لیے ایک معرکہ آرا مسئلہ رہا ہے۔

مولانا اصلاحی نے اس گروپ کی سورتوں کے جوڑوں کے متعلق تصریح سے گریز کی راہ اختیار کی ہے اور صرف سورۃ ق اور سورۃ الذاریات،[36] سورۃ الطور اور سورۃ النجم[37] اور سورۃ الصف اور سورۃ الجمعہ[38] کے متعلق ہی تصریح کی ہے کہ یہ آپس میں جوڑے ہیں۔ دوسری جانب ایک مقام پر سورۃ الرحمن اور سورۃ الواقعہ کے جوڑے کی بات کی ہے،[39] تو دوسرے مقام پر سورۃ الواقعہ اور سورۃ الحدید کا جوڑا بنایا ہے۔[40] نیز ایک جانب سورۃ المنافقون کو سورۃ الجمعہ کا تکملہ کہا ہے،[41] تو دوسری جانب سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم کو سورۃ التغابن کا تکملہ قرار دے کر معاملے کو مزید پیچیدہ کر دیا ہے۔[42]

مولانا اصلاحی کی تفسیر کے اس پہلو پر ان کے حلقے کے ایک ممتاز صاحبِ علم ڈاکٹر مستنصر میر نے اپنی پی ایچ ڈی کے مقالے میں تنقید کی[43]، تو مولانا کے شاگردِ رشید جناب خالد مسعود نے اس کا جواب دینے کی کوشش کی۔[44] انھوں نے یہ رائے قائم کی کہ سورۃ ق کو اس گروپ کی تمہید اور دیباچے کی حیثیت حاصل ہے، اور اس کے بعد باقی سولہ سورتیں آپس میں جوڑا جوڑا ہیں۔[45]

غامدی صاحب نے ایک تیسری رائے بنائی ہے۔ ان کے خیال میں سورۃ ق سے سورۃ الرحمٰن تک چھے سورتیں آپس میں جوڑا جوڑا ہیں؛[46] پھر سورۃ الواقعہ ان چھے مکی سورتوں کے اختتام پر ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے؛[47] پھر دس مدنی سورتیں آپس میں جوڑا جوڑا ہیں۔[48]

اس بحث سے معلوم ہوا کہ سورتوں کے جوڑے بنانے میں مختلف افراد کے ذوق اور دیگر کئی عوامل نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس لیے اسے ''برہانِ قاطع'' کی حیثیت نہیں دی جاسکتی۔ زیادہ سے زیادہ اسے ایک علمی لطیفے کی حد تک قبول کیا جاسکتا ہے۔ تاہم غامدی صاحب پوری قطعیت کے ساتھ اسے ایک منصوص قرار دیتے ہیں۔ اس پہلو پر بھی مختصر گفتگو کی ضرورت ہے۔

کیا سورتوں کے جوڑے اور سات گروپ منصوص ہیں؟

''تدبر قرآن'' کے مقدمے میں نظمِ قرآن اور سورتوں کے جوڑے جوڑے ہونے اور سات گروپوں میں تقسیم ہونے کا نظریہ پیش کرنے کے بعد مولانا اصلاحی کہتے ہیں:

> جب میرے سامنے قرآن عظیم کے یہ ساتوں گروپ آتے ہیں اور ساتھ ہی سورتوں کے جوڑے جوڑے ہونے پر نظر پڑتی ہے، تو بے ساختہ میرا ذہن وَلَقَدْ ءَاتَيْنَٰكَ سَبْعًا مِّنَ ٱلْمَثَانِي وَٱلْقُرْءَانَ ٱلْعَظِيمَ (سورۃ الحجر، آیت ۸۷) کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔[49]

یہاں انھوں نے یہ بات جزم کے ساتھ نہیں کہی، لیکن جب وہ اس چوتھی جلد میں اس آیت کی تفسیر تک پہنچ جاتے ہیں، تو وہاں یہ ثابت کرنے کے لیے دلائل دیتے ہیں کہ سَبْعًا مِّنَ ٱلْمَثَانِي سے مراد دو دو، سورتوں کے جوڑوں پر مبنی سات گروپ ہیں، اور گویا نظمِ قرآن کا یہ تصور منصوص ہے! یہاں بھی وہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ سَبْعًا مِّنَ ٱلْمَثَانِي سے مراد پورا قرآن مراد لینے کا قول ''ہم کو زیادہ وزن دار معلوم ہوتا ہے۔''[50] نیز اگرچہ اس سے سورۃ الفاتحہ مراد لینے کے قول کو ابتدا میں کمزور بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے قائلین کی طرف سے ''واحد دلیل جو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سورہ نمازوں میں بار بار دہرائی جاتی ہے''،[51] لیکن بحث کے اختتام پر یہ اقرار کر لیتے ہیں کہ:

> بعض احادیث میں یہ جو آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم قرار دیا تو اس کا بھی ایک خاص محل ہے۔۔۔ سورۂ فاتحہ کی حیثیت پورے قرآن کے دیباچہ کی ہے اور اس میں وہ تمام مطالب بالاجمال سمٹ آئے ہیں جو پورے قرآن میں تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ گویا اس نگینہ کے اندر قرآن عظیم کا پورا شہرستانِ معانی بند ہے۔ اس پہلو سے یہ سبع مثانی بھی ہے اور قرآن عظیم بھی۔[52]

جس رائے کو مولانا اصلاحی نے ابتدا میں ایک خیال کی صورت میں ظاہر کیا تھا اور دوسرے مرحلے میں اسے راجح قرار دیا تھا، اگلے مرحلے میں غامدی صاحب نے اسے قرآن کی نصِ قطعی سے ثابت شدہ ''حقیقت'' کے طور پر پیش کر دیا۔[53]

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مولانا اصلاحی کے استاد مولانا فراہی نے اس آیت پر حواشی میں اس سے نظمِ قرآن کے اس نظریے کے منصوص ہونے کے لیے کوئی استدلال نہیں کیا۔[54] اس کے برعکس انھوں نے ایک تاویل یہ ذکر کی ہے کہ مراد سات ایسی سورتیں ہیں ''جن میں یک گونہ مماثلت پائی جاتی ہے''۔[55] اس کی مثال کے طور پر انھوں نے ان

سات سورتوں کا ذکر کیا ہے جو حٰم سے شروع ہوتی ہیں۔[56] ایک اور امکان انھوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ سورۃ البقرہ سے سورۃ الحجر تک چودہ سورتیں مراد ہوں۔[57] بعض اور امکانات بھی انھوں نے پیش کیے اور پھر فرمایا:

اس کا بھی احتمال ہے کہ قرآن میں سات مثانی سے زیادہ ہوں لیکن یہ آیت جس وقت نازل ہوئی اس وقت تک سات تھے۔[58]

مولانا فراہی کی اس بات سے ایک اور اہم سوال سامنے آجاتا ہے کہ جس وقت سورۃ الحجر کی اس آیت کا نزول ہوا، کیا اس وقت تک مولانا اصلاحی اور جناب غامدی کے نظریۂ نظم والے سات گروپ بن چکے تھے، یا کم از کم ان گروپوں کی کچھ سورتیں نازل ہو چکی تھیں، یا یہاں ''ہم نے عطا کر دیا'' کی تاویل یہ ہے کہ ''ہم عطا کر دیں گے''؟ یہ آخری تاویل اس لیے مناسب معلوم نہیں ہوتی کہ یہ آیت تائید و تسلی کے لیے آئی ہے، جیسا کہ خود مولانا اصلاحی مانتے ہیں۔[59] آیت میں ماضی کے صیغے کی تاویل کر کے مستقبل مراد لینے سے، کہ بعد میں ہم آپ کو سات گروپ دے دیں گے، تسلی کا یہ مفہوم غائب ہو جاتا ہے۔

تاہم ماضی کے صیغے سے ماضی ہی مراد لینے سے ایک اور مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس آیت کے نزول کے وقت تک باقی گروپوں کی کتنی سورتیں نازل ہوئی تھیں، اس پر تو بات کی جا سکتی ہے، لیکن یہ بات طے ہے کہ دوسرے گروپ (سورۃ الأنعام سے سورۃ التوبہ) کی ابھی کوئی سورت نازل نہیں ہوئی تھی کیونکہ مولانا اصلاحی اور جناب غامدی کے مطابق سورۃ الأنعام مشرکینِ عرب پر اتمامِ حجت کی سورت ہے، جبکہ سورۃ الحجر کے نزول تک ابھی اتمامِ حجت کا مرحلہ نہیں آیا تھا! پھر اگر ابھی سورۃ الأنعام ہی نازل نہیں ہوئی تھی، تو سورۃ الأعراف تو اس کے بھی بعد نازل ہوئی ہے کیونکہ مولانا اصلاحی اور جناب غامدی کے مطابق وہ اتمامِ حجت کے بعد آنے والے عذاب سے انذار کی سورت ہے؛ اور اس گروپ کی باقی دو سورتیں (سورۃ الأنفال اور سورۃ التوبہ) تو مدنی ہیں اور ان کا نزول تو یقیناً سورۃ الحجر کے نزول کے بہت بعد ہوا۔ پس اس آیت کے نزول کے وقت تک تو دوسرے گروپ کی کوئی سورت ابھی نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ ایسی حالت میں سبعاً من المثانی سے سورتوں کے سات گروپ کیسے مراد لیے جا سکتے ہیں؟

سیاق و سباق کا مفہوم اور حدود

نظمِ قرآن کے اس مخصوص تصور کے حق میں ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ آیات کو ان کے مخصوص سیاق و سباق میں سمجھنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ بعض اوقات کوئی لفظ بظاہر عام ہوتا ہے، لیکن سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت اس سے مراد چند مخصوص افراد ہوتے ہیں۔ اس اصول سے شاید ہی کوئی اختلاف کرے کہ کسی بھی لفظ یا جملے کو اس کے مخصوص سیاق و سباق میں دیکھنا چاہیے، لیکن سوال یہ ہے کہ سیاق و سباق سے مراد کیا ہے اور سیاق و سباق

کی وسعت اور حدود کیا ہیں؟

یہ بات تو غامدی صاحب بھی مانتے ہیں کہ تقریباً ہر بڑی سورت میں کئی موضوعات کے متعلق آیات ہوتی ہیں، اور اسی لیے وہ سورتوں کو ابواب اور فصول میں تقسیم کرتے ہیں۔ پھر اگر کسی سورت میں احکام کی آیات کا ایک سلسلہ ہے، اس کے سیاق و سباق میں آپ اسی سورت کے دیگر مباحث کو شامل کر لیتے ہیں، لیکن بات وہاں بھی نہیں رکتی، بلکہ اس کے بعد ایک اور سورت کو اس سورت کے جوڑے کی حیثیت حاصل ہوتی ہے؛ پھر یہ سلسلہ وہاں رکنے کے بجاے آگے ان کئی سورتوں تک پھیل جاتا ہے جو مل کر ایک گروپ بناتی ہیں؛ اس کے بعد سورتوں وہ گروپ دیگر سورتوں کے گروپوں کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔

یہ سب کچھ ایک علمی لطیفے کی حد تک قبول کیا جا سکتا ہے اور آیات کے متعلق ایک عمومی خاکہ بنانے میں بھی مفید ہو سکتا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ جتنا آپ کسی آیت سے دور جاتے ہیں، تو "سیاق و سباق" کی گرفت کمزور ہوتی جاتی ہے اور اس کے مقابلے میں لفظ کی قوت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

یہ ایک سبب ہے اس امر کا کہ مفسرین آیات، بالخصوص احکام والی آیات، کی تاویل میں سیاق و سباق کو ایک خاص حد اہمیت ضرور دیتے ہیں لیکن بہت پیچھے، یا بہت آگے، سے آیات کو سیاق و سباق میں شامل نہیں سمجھتے، الا یہ کہ کسی دور والی آیت میں لفظ یا الفاظ ایسے ہوں جن کی دلالت اتنی واضح ہو کہ اس کا اس آیت کے ساتھ مضبوط تعلق بن جاتا ہے۔

پھر سیاق و سباق میں صرف کسی سورت یا سورتوں کی آیات ہی شامل نہیں ہوتیں، بلکہ آیات کے مخاطبین اور زمانۂ نزول کے مخصوص حالات بھی سیاق و سباق کا حصہ ہوتے ہیں۔ اب کہنے کو تو غامدی صاحب کہتے ہیں:

> یہ قرآن کی ترتیب ہے۔ اِسے اگر تدبر کی نگاہ سے دیکھیے تو سورتوں کے پس منظر اور زمانۂ نزول کو سمجھنے اور قرآن کے مخاطبین، بلکہ بحیثیت مجموعی سورتوں کے موضوع اور مدعا کی تعیین میں بھی جو رہنمائی اِس سے قرآن کے طالب علم کو حاصل ہوتی ہے، وہ قرآن سے باہر کسی دوسرے ذریعے سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔[60]

تاہم اگر نثر میں شاعری کے اس نمونے کا علمی تجزیہ کیا جائے، تو کئی سوال پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جب تک سیرت کے متعلق کافی معلومات میسر نہ ہوں، قرآن مجید کی کسی بھی آیت کے متعلق کوئی بھی بامعنی گفتگو کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ باقی باتیں ایک طرف، گہرے تاریخی شعور کے بغیر مکی اور مدنی دور کی تقسیم، جو نظمِ قرآن کی اساسات میں شامل ہے، کیا مفہوم رکھتی ہے؟ خود غامدی صاحب یہ بات مانتے ہیں کہ "تاریخ کا پس منظر" جاننا ضروری ہے اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ قرآن مجید سے پہلے کئی کتابیں اور رسول اللہ ﷺ سے پہلے کئی رسول آئے، اور گزشتہ کتابوں اور انبیاء کی تعلیمات کے ساتھ قرآن مجید کا گہرا تعلق ہے۔ تاہم وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جن امور کے متعلق وہ دعوی

کر رہے ہیں کہ وہ ''قرآن کی ترتیب'' سے معلوم ہو جاتی ہیں، در حقیقت وہ انھیں اس وجہ سے معلوم ہیں کہ انھوں نے ''قرآن سے باہر'' چیزیں پڑھی ہیں، ورنہ جس شخص کو قرآن کے متعلق قرآن سے باہر بہت کچھ معلوم نہ ہو، وہ یہ چیزیں محض قرآن کی ترتیب سے حاصل نہیں کر سکتا۔

اس بحث کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت تا قیامت تمام انسانوں اور تمام ادوار کے لیے ہے۔ دوسری طرف بعض احکام کے متعلق معلوم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ یا دیگر مخصوص افراد کے لیے ہی تھے۔[61] اس لیے فقہائے کرام نے بطورِ اصول مانا ہے کہ شرعی احکام سب کے لیے ہیں، جب تک ان کے کسی خاص فرد یا افراد کے لیے ہونے کی دلیل نہ ہو۔ اسی طرح اگرچہ تقریباً سبھی آیات کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ کسی خاص موقع پر اس موقع کی مناسبت سے یہ آیات نازل ہوئیں، لیکن چونکہ قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے اور اس نے تا قیامت انسانوں کی رہنمائی کرنی ہے، اس لیے مسلمان اہلِ علم نے عموماً یہ اصول مانا ہے کہ اگر یہ معلوم نہ ہو رہا ہو کہ حکم سب کے لیے ہے، یا کسی خاص فرد یا افراد کے لیے، تو اصول یہ ہے کہ وہ سب کے لیے ہے: العبرة لعموم الخطاب، لا لخصوص السبب.[62]

غامدی صاحب کے نظمِ قرآن کے تصور کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس نے ہر آیت اور ہر حکم کو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے براہِ راست مخاطبین تک محدود کر دیا ہے، اور وہ اسے دیگر لوگوں تک توسیع دینے کے لیے دلیل طلب کرتے ہیں۔ اس اصول نے ان کے ہاں دین اور شریعت کا تصور بہت محدود کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ان کے نظریۂ اتمامِ حجت کو ملا لیں، تو نتیجتاً قرآن مجید کا بہت زیادہ حصہ ساتویں صدی عیسوی کے چند عشروں میں جزیرۂ عرب اور اس کے آس پاس رونما ہونے والے چند واقعات تک محدود ہو جاتا ہے اور بعد کی دنیا کے لیے قرآن صرف ''پیغمبر کی سر گزشتِ انذار''[63] ہی ہو کر رہ جاتا ہے جس سے بعض عمومی نصیحتیں تو شاید حاصل کی جائیں، لیکن عملی زندگی کے زندہ مسائل کے لیے اس نے بس ''گنتی کے چند احکام'' ہی دیے ہیں اور باقی سب کچھ ''عقلِ انسانی'' پر چھوڑ دیا ہے۔[64]

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.

حواشی و حوالہ جات

1۔ میزان (لاہور: المورد، ۲۰۱۸ء)، ص ۵۳۔

Meezan (Lahore: Al-Mawrid, 2018), ṣ53 -

2۔ سورۃ یونس کی آیت ۳۸ کا انھوں نے ذکر نہیں کیا حالانکہ وہاں بھی سورت کا لفظ آیا ہے۔

3۔ غامدی صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے: ''سو اپنی بات میں سچے ہیں تو اِسی شان کا کوئی کلام بنا لائیں۔''

4۔ مولانا فراہی سے قبل قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کے باہمی ربط و مناسبت پر کام کرنے والے اہلِ علم سب سے نمایاں نام ابراھیم بن عمر البقاعی (م ۸۸۵ھ) کا ہے جنھوں نے اپنی تفسیر نظم الدرر في تناسب الآیات والسور میں اس کا اہتمام کیا۔ مولانا فراہی کے بعد، لیکن ان سے مختلف انداز میں، اس موضوع پر کام کرنے والے اہلِ علم میں چند نمایاں نام یہ ہیں: مولانا احمد علی لاہوری، مولانا حسین علی الوانی اور مولانا محمد طاہر پنج پیر۔ آیات و سور کے باہمی ربط و مناسبت پر مولانا اشرف علی تھانوی اور مفتی محمد شفیع بھی توجہ دیتے ہیں۔ نیز مولانا سید ابوالا علی مودودی نے 'تفہیم القرآن' میں اس اصول کو مد نظر رکھا ہے کہ سورت ایک یا زائد خطبے/خطبات پر مشتمل ہوتی ہے جن کا آپس میں گہرا تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ کم از کم اس پہلو سے وہ مولانا فراہی و مولانا اصلاحی کے ساتھ متفق نظر آتے ہیں کہ سورت کا کوئی مرکزی موضوع ہوتا ہے جس سے سورت کی تمام آیات جڑی ہوئی ہوتی ہیں، لیکن اس مرکزی موضوع کے تعین میں کئی مقامات پر ان سے اختلاف ہوتا ہے۔

5۔ میزان، ص ۵۱۔ Meezan , ș 51

6۔ ایضاً، ص ۵۴۔ -Aiḍaaⁿ, ș54

7۔ رسائل الإمام الفراہی (اعظم گڑھ: دائرہ حمیدیہ، ۱۹۹۱ء)۔ ص ۱۰۴-۱۰۵۔
Rasāil ạl-Amām ạl-Frạhy(Aẓum Gharr : Dāyỉrh Hamidi -۱۹۹۱ , ș 104 - 105 -

8۔ تدبر قرآن (فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۱ء)، ج ۵، ص ۲۰۳-۲۰۴۔
Tadabur Qurận (Fārāạn Foundation, Lahore, 2001), j 5, ș 203-204

9۔ ایضاً۔ ج ۱، ص ۶۹-۷۱۔ واضح رہے کہ غامدی کے نزدیک بھی سورۃ لہب مکی ہے لیکن ان کی تاویل مولانا فراہی سے مختلف ہے۔ اس لیے یہ دعوی تو محض دعوی ہی رہا کہ نظمِ قرآن کے ذریعے اختلافات ختم ہو جاتے ہیں۔
Aiḍaaⁿ- j 1, ș 69 - 71

10۔ سورۃ الحج کی صرف چار آیات کو مدنی مانتے ہیں اور مجموعی لحاظ سے وہ اسے مکی دور کے آخر کی سورۃ قرار دیتے ہیں۔

11۔ تدبر قرآن، ج ۱، ص ۲۴-۲۷؛ ج ۸، ص ۴۷۹۔ Tadabur Qurận, j 1 , ș 24-27; j 8 , ș 479

12۔ البیان (لاہور: المورد، ۲۰۱۸ء)، ص ۲۵۳-۳۵۴۔
Al-Bayạn (Lahore: ạl-Mawrid , 2018), ș 253 - 354

13۔ تدبر قرآن، ج ۱، ص ۲۶-۲۷۔ Tadabur Qurận, j1 , ș 26 - 27

14۔ میزان، ص ۵۵۔ Meezan , ș55

15۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

16۔ تدبر قرآن، ج ۴، ص ۴۶۹-۴۷۰۔ Tadabur Qurận, j4 , ș 469 - 470

17۔ غامدی صاحب نے آخری گروپ کی سورتوں کے متعلق تصریح کی ہے کہ وہ نزولی ترتیب سے ہیں۔اس پر آگے بات آ رہی ہے۔

18۔ سورۃ الأنفال کا نزول غزوۂ بدر کے بعد ۲ھ میں ہوا، جبکہ سورۃ التوبہ کا نزول زیادہ تر ۹اور ۱۰ھ میں ہوا، جبکہ آخری چند آیات کا نزول ۱۱ھ میں ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد مشتاق احمد، ''سورۃ التوبہ کے ابتدائی حصے کا زمانۂ نزول: داخلی اور خارجی شہادتوں کی روشنی میں تحقیقی تجزیہ''، فکر و نظر ج۵۳، ش۱ (۲۰۱۵)، ص۹-۴۹؛ ''سورۃ التوبہ کے ابتدائی حصے کا زمانۂ نزول: تحقیقِ مزید''، فکر و نظر ج۵۴، ش۱-۲ (۲۰۱۶)، ص ۱۱-۴۰؛ ''اہلِ کتاب اور منافقین کے خلاف حتمی جنگ کے متعلق سورۃ التوبہ کی آیات کا زمانۂ نزول''، فکر و نظر ج۵۶، ش ۱-۲ (۲۰۱۸)، ص۹-۴۱۔

Fiqr wa Naẓar j53 , sẖ 1 (2015), ṣ 9 – 49,
Fiqr wa Naẓar j54 , sẖ 1 - 2 (2016)
Fiqr wa Naẓar j56 , sẖ 1 - 2 (2018), ṣ 9 - 41

19۔ سورۃ مریم کی آیات کی تلاوت سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حبشہ میں نجاشی کے دربار میں کی تھی۔

20۔ یہاں تک تمام مراحل مکی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔

21۔ البیان، ج۵، ص۲۵۰-۲۵۴۔ Al-Bayạn , j 5 , ṣ 250 - 254

22۔ مثال کے طور پر کہا گیا ہے کہ سورۃ البقرۃ میں یہود پر، جبکہ سورۃ آل عمران میں نصاریٰ پر اتمام حجت کر کے منصب امامت سے ان کی معزولی کا اعلان کیا گیا ہے (تدبر قرآن، ج۲، ص۹-۱۴)۔
Tadabur Qurận, j2 , ṣ 9 - 14

23۔ ایضاً، ج۳، ص۲۱۵۔ -Aiḍaaⁿ, j3 , ṣ 215

24۔ ایضاً، ج۹، ص۹۹۔ -Aiḍaaⁿ, j9 , ṣ 99

25۔ ایضاً، ج۵، ص۴۹۵۔ -Aiḍaaⁿ, j5 , ṣ 495

26۔ البیان، ج۱، ص۱۰۔ -Al-Bayạn , j1 , ṣ 10

27۔ ایضاً۔ Aiḏaaⁿ

28۔ یہاں انھوں نے سورۃ الواقعہ کا ذکر نہیں کیا لیکن جب وہ اس سورت کی تفسیر تک پہنچتے ہیں، تو وہاں اسے بھی وہ چھٹے گروپ میں مکی سورتوں کا تکملہ قرار دیتے ہیں۔ البیان، ج۵، ص۱۰۸۔ -l-Bayạn , j5 , ṣ108 -l

29۔ تدبر قرآن، ج۱، ص۲۶۔ -Tadabur Qurận, j1 , ṣ 26

30۔ ایضاً، ج۵، ص۴۳۹۔ -Aiḍaaⁿ, j5 , ṣ439

31۔ ایضاً، ج۵، ص۳۵۵۔ -Aiḍaaⁿ, j5 , ṣ355

32۔ ایضاً، ج۷، ص۴۷۹۔ -Aiḍaaⁿ, j7 , ṣ479

33۔ ایضاً، ج۵، ص۲۹۳۔ -Aiḍaaⁿ, j5 , ṣ293

34۔ ایضاً، ج۷، ص۴۳۱۔ -Aiḍaaⁿ, j7 , ṣ431

35۔ دوسرا گروپ (سورۃ الأنعام تا سورۃ التوبہ) جس میں صرف چار سورتیں ہیں؛ اور آخری گروپ (سورۃ الملک تا سورۃ الناس) جس میں چھیالیس سورتیں ہیں۔

۳٦- تدبر قرآن، ج۷، ص۵۷۵۔ -Tadabur Qurận, j7 , ṣ 575

37۔ ایضاً، ج۸، ص۴۵۔ -Aiḍaaⁿ, j8 , ṣ 45

38۔ ایضاً، ص۳۷۳۔ -Aiḍaaⁿ, ṣ 373

39۔ ایضاً، ص۱۴۸۔ -Aiḍaaⁿ, ṣ148

40۔ ایضاً، ص۱۹۱۔ -Aiḍaaⁿ, ṣ191

41۔ ایضاً، ص۳۹۳۔ -Aiḍaaⁿ, ṣ393

42۔ ایضاً، ص۴۲۹۔ -Aiḍaaⁿ, ṣ429

43 Mustansir Mir, Coherence in the Qur'an: A Study of Islahi's Concept of Nazm in Tadabbur-i Qur'an (Indianapolis: American Trust Publications, 1986), 75-84.

44۔ خالد مسعود، ''چھٹے گروپ کی سورتوں کا نظم''، توضیحاتِ فکرِ فراہی (بھیرہ: مجلس مرکزیہ حزب الانصار، ۲۰۱٦ء)، ص۱۷-۲٦۔

Kẖālid Masood," chatty group k̰y surato k̰ā Naẓām", Tawzịḥạt Fak̰r Farạhi (Bhyra: Maj'lis Mrk̰zy Hiz'b ạl-Anṣạr, 2016ʾ), ṣ 17 - 26 -

45 ۔ ایضاً، ص۲۲۔ -Aiḍaaⁿ, ṣ 22

46۔ البیان، ج۵، ص۱۲، ۴۹، ۸۱۔ -Al-Bayạn , j 5 , ṣ12 , 49 , 81

47۔ ایضاً، ص۱۰۸۔ -Aiḍaaⁿ, ṣ108

48۔ ایضاً، ص۱۲۴، ۱۵۹، ۱۹۰، ۲۱۰، ۲۲۷۔ -Aiḍaaⁿ, ṣ124 , 159 , 190 , 210 , 227

49۔ تدبر قرآن، ج۱، ص۲۷۔ -Tadabur Qurận, j1 , ṣ 27

50۔ ایضاً، ج۴، ص۳۷۷۔ -Aiḍaaⁿ, j 4 , ṣ 377

51۔ ایضاً۔ -Aiḍaaⁿ

52۔ ایضاً، ص۳۷۸۔ کیا یہ امر حیران کن نہیں ہے کہ ان احادیث صحیحہ کی موجودگی میں بھی مولانا اصلاحی نے بحث کی ابتدا میں قرار دیا تھا کہ اس قول کے قائلین کے پاس بس ایک عقلی دلیل ہے؟ یا ان کی مراد یہ تھی کہ جن احادیث میں سورۃ الفاتحہ کو سبعا من المثانی قرار دیا گیا ہے، تو اس کی عقلی توجیہ یہ ہے؟ یہ آخری امکان اس لیے درست

معلوم نہیں ہوتا کہ خود مولانا اصلاحی نے ان احادیث کی ایک اور عقلی توجیہ بیان کر دی ہے۔
Aiḍaa^n, ṣ 378 -

53۔ میزان، ص۸۵۔

Meezan , ṣ 85 -

54۔ ویسے بھی مولانا فراہی کے تصورِ نظم کی رو سے قرآن مجید کی سورتوں کے سات نہیں، بلکہ نو گروپ ہیں۔

۵۵۔ امام فراہی کے قرآنی حواشی، ترجمہ و تبویب عبید اللہ فراہی، تصحیح مولانا محمد امانت اللہ اصلاحی (بھیرہ: مجلس مرکزیہ حزب الانصار، ۲۰۲۰ء)، ص ۲۵۵۔

Amạm Farạhi̱ ḵe Qurani̱ Hwạsi, Tarjmh wa Tbwib Obaid Ullah Farahi, Taṣḥi̱ḥ Mawālānā Muḥammād Amạnt Allah Aṣlạḥi (Bhyra: Maj'lis Mrḵzih Hiz'ba ạl-Anṣạr, 2020'), ṣ 255 -

56۔ ایضاً۔ -Aiḍaa^n

57۔ ایضاً۔ -Aiḍaa^n

58۔ ایضاً۔ -Aiḍaa^n

59۔ تدبر قرآن، ج۴، ص۳۷٦۔ -Tadabur Qurận, j4 , ṣ 376

60۔ میزان، ص۵٦۔ -Meezan , ṣ 56

61۔ مثلاً اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نکاحوں کے متعلق احکام (سورۃ الأحزاب، آیات ۵۰-۵۲) خصوصاً آپ ہی کے لیے تھے Surat ạ-Ảḥ'zāb , Ayạt 50 - 52

62۔ الإمام أبو بکر محمد بن أبي سهل السرخسي، أصول السرخسي (بیروت: دار المعرفة، ت۔ن۔)، ج1، ص 164۔

Al-Amām Abū baḵar Muḥammād b'n Abi sahl ạl-Srkẖsi , Oṣool Al-Srkẖsi (Bayrut: Dār ạl-Marifat, t - n -), j1 , ṣ 164 -

63۔ میزان، ص۴۹-۵۱۔ -Meezan , ṣ 49 - 51

64۔ غامدی صاحب فرماتے ہیں: ''شریعت صرف ان امور سے بحث کرتی ہے جن میں عقل انسانی نے ٹھوکر کھائی ہے یا اس کے ٹھوکر کھانے کا امکان ہے۔ مثلاً معیشت سے متعلق سات آٹھ احکام ہیں، اسی طرح چند احکام سیاست سے متعلق ہیں، کچھ احکام معاشرت کے حوالے سے بیان کیے گئے ہیں، پانچ سات چیزیں آداب و شعائر کے بارے میں متعین کر دی گئی ہیں، حدود و تعزیرات میں صرف پانچ جرائم ہیں جن کی سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ باقی معاملات کو عقل انسانی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔'' دیکھیے: ''اجتہاد کی ضرورت اور اہمیت''، ماہنامہ اشراق لاہور، (اگست ۲۰۰۰ء)، ص ۴۴-۴۵۔

"Ijtihad ḵi̱ zaroorat awr ahmiyat", Mahnama Asẖrạaq Lahore, (august 2000), ṣ 44 - 45-